اللہ تعالیٰ کی رحمت جذب کرنے کے لئے اسی کی عطا میں سے اُس کے حضور پیش کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍نومبر ۱۹۷۱ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہّد وتعوّذ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (فاطر: ۳۰)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

یہاں مسجد میں آنے کے بعد دل کی دھڑکن شروع ہوگئی ہے اور ضعف بھی ہو گیا ہے۔ مختصراً کچھ کہہ دیتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں اتنی سخاوت کرتے تھے کہ جیسے تیز ہوائیں چل رہی ہوں پس اس سنت کی اتباع کی طرف بھی ہمیں متوجہ رہنا چاہئے۔

قرآن کریم نے ہمیں مخفی اور ظاہری صدقات کے متعلق حکماً فرمایا ہے۔ ظاہری اس لئے کہ ایک تو اس سے لوگوں کو ترغیب ہوتی ہے اور دوسرے منافقوں کا بھانڈا پھوٹتا ہے اور مخفی اس لئے کہ انسان کا جو حقیقی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے، وہ پسند نہیں کرتا کہ دوسروں پر وہ ظاہر ہو۔ دُنیا کی تجارتیں کبھی فائدہ بھی دیتی ہیں اور کبھی نقصان بھی پہنچاتی ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے سیٹھ دیوالیہ ہوتے دیکھے ہیں اور غریب مزدور لکھ پتی بنتے پائے ہیں لیکن ایک تجارت ایسی ہے جس میں گھاٹے کا امکان ہی نہیں۔ ہلاکت کی ہوائیں اس پر نہیں چلتیں اور یہ وہ تجارت ہے جو

انسان اپنے اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں جو مَیں نے پڑھی ہے، بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ غور اور تدبّر سے اور خلوصِ نیت سے اس کامل اور مکمل کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، دو بنیادی صفات ان میں پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ اس حقیقت پر کھڑے ہوتے ہیں کہ دُعا کے بغیر انسان کی زندگی نہیں اور اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃ نتیجہ ہے اس کتاب پر غور کرنے کا اور اس کے مطابق عملی زندگی گزارنے کی نیت اور عزم کرنے کا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اس کی راہ میں ہر اُس چیز میں سے جو اسی کی عطا ہے، اُس کے حضور پیش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے بشارت یہ دی کہ میری ہی چیز میری طرف لوٹاؤ گے میں اسے تجارت سمجھوں گا جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو اور جو میرے ساتھ تجارت کرتا ہے وہ گھاٹے میں نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اپنے راز کو راز رکھنے کے لئے میری عطا کا ایک حصّہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر میری راہ میں خرچ کرو اور اپنے بھائیوں کو توجہ دلانے اور ترغیب دینے کے لئے اور دُنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ سے تجارت کرنے والا شخص گھاٹے میں نہیں رہتا میری عطا کا کچھ حصہ ظاہری طور پر میری راہ میں خرچ کرو۔

اس حکم پر عمل کرتا تھا پہلے زمانے کا مسلمان، اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ آج کے مسلمان کو بھی۔ امیر لوگ بہت خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کافی مال اور دولت دی تھی وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال قربان کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور جو غریب آدمی تھا، جو چونّی دے سکتا تھا، جو دونّی دے سکتا تھا، جو پیسہ دے سکتا تھا، وہ ظاہراً پیسہ دے دیتا تھا اور اس میں اُسے کوئی حجاب اور شرم نہیں ہوتی تھی۔ اس کو جو فائدہ تھا وہ تو تھا لیکن منافق امیر پر طنز کرتا تھا اور غریب پر تمسخر کرتا تھا۔ امیر کو کہتا تھا تم دکھاوے کے لئے یہ اموال دے رہے ہو اور غریب کو کہتا تھا تمہارے دھیلے سے خدا تعالیٰ کو کیا فائدہ پہنچے گا جہاں تک فائدے کا سوال ہے، نہ امیر کی دولت سے خدا تعالیٰ کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ غریب کے پیسہ سے فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ تو خود مالک ہے تمام دولتوں اور سب اموال کا لیکن جو آدمی خلوصِ نیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ

میں بہت دیتا ہے اور یہ سمجھ کر دیتا ہے کہ منافق مجھ پر اعتراض کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دیتا ہے اور جو آدمی ایک دھیلہ لے آتا ہے یا چوّنی دے دیتا ہے، اسے بھی وہ پیارا احسنِ جزاء دے دیتا ہے۔ (خدا کے مسیح نے ایسے لوگوں کا اپنی کتابوں میں ذکر کر کے کہ فلاں شخص نے خدا تعالیٰ کی راہ میں چوّنی دی، فلاں نے اٹھنی دی، ان کے لئے قیامت تک کے لئے دعاؤں کے سامان پیدا کر دیئے)

پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے فائدے کا سوال ہے نہ امیر کی دولت اور نہ غریب کا دھیلہ اُسے کوئی فائدہ پہنچاتا ہے کیونکہ وہی اصل مالک ہے اور سارے خزانے اُسی کے ہیں اور اسی کے حکم اور اُسی کی مرضی اور اسی کے حکم سے انسان کو بہت ملتا ہے یا تھوڑا، یہ تو اپنے اخلاص کی بات ہے۔ جس کو اس نے بہت دیا اس کا دل یہی کہتا تھا کہ وہ خاموشی کے ساتھ اور کسی کو پتہ لگے بغیر اس کی راہ میں خرچ کرتا تو اچھا تھا مگر قرآن نے اسے کہا کہ علانیۃً یعنی ظاہری طور پر خرچ کرو۔ منافق اعتراض کرے گا اور اس کی منافقت کا بھانڈا پھوٹے گا۔ شیطان تمہارے اوپر وار کرے گا۔ وہ تمہارے اندر کبر اور ریاء پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ ایک اَور میدان میں تمہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں شیطان کے ساتھ جنگ کرنی پڑے گی۔

خلوصِ نیت ہے تو شیطان کامیاب نہیں ہوگا اور تمہارے لئے برکتوں کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ غریب سے کہا کہ دھیلہ یا چوّنی دیتے ہوئے نہ گھبراؤ۔ خدا کے خزانے جو ہیں اُن کے مقابلے میں چوّنی اور چار ارب روپیہ برابر ہے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن دُنیا پر یہ ظاہر کرو کہ جہاں دُنیا دار غریب فساد کا موجب بنتا ہے وہاں مسلمان غریب دُنیا میں نیکی کے قائم کرنے کی بنیاد رکھ رہا ہوتا ہے اگر اس کے پاس چوّنی ہے تو اسے فساد کے دُور کرنے پر خرچ کر دیتا ہے اگر اس کے پاس ایک پیسہ ہے نیکیوں پر خرچ کرنے کے لئے تو وہی خرچ کر دیتا ہے۔ نہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجھ پر ہنسی ہوگی اور نہ اُسے یہ خوف ہے کہ میں ایک پیسہ دے رہا ہوں میرے پیسے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تو میرے ساتھ تجارت کر رہا ہے یہ نہ دیکھ کہ تو نے ایک دھیلہ یا چوّنی دی ہے بلکہ یہ دیکھ کہ میں تجھے اس کے مقابلے میں کیا دیتا ہوں۔

پس جس طرح سِرّاً خرچ کرنا ضروری ہے اسی طرح علانیۃً خرچ کرنا بھی ضروری ہے یہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یہ مومن کی نشانی بتائی گئی ہے۔ جب ہم جماعت کی طرف سے (کئی ایسی شکلیں بھی بن جاتی ہیں کہ جو ایک ہی وقت میں سرّاً بھی ہوتی ہیں اور علانیہ بھی ہوتی ہیں) کارکنوں کو جو مستحق ہوں ان کی گندم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اور موسم سرما میں (بہر حال زائد اخراجات ہوتے ہیں، اس میں) ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ہمارے جماعتی ادارے قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرتے ہیں یعنی علاوہ تنخواہ کے، جسے تنخواہ تو نہیں کہنا چاہئے۔ اکثر اخلاص سے کام کر رہے ہیں اور انہیں گذارہ مل رہا ہے لیکن بہر حال اُن کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کی نیت سے جماعت کم وبیش ڈیڑھ لاکھ روپیہ اپنے کارکنوں پر خرچ کرتی ہے اور یہ زیادہ تر ربوہ ہی میں رہنے والوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اب یہ رقم سرّاً بھی ہے اور علانیۃً بھی ہے۔ جہاں تک جماعت کے خرچ کرنے کا تعلق ہے یہ علانیۃً ہے مثلاً اب میں نے اس خطبہ میں بیان کر دیا ہے ویسے بھی لوگوں کو پتہ ہے لیکن یہ رقم جماعت بناتی تو نہیں نا یہ تو زید اور بکر کے چندے کے پیسے آتے ہیں، ان میں سے جماعت نکالتی ہے غرض جہاں تک اُن افراد کا سوال ہے (جنہوں نے چندہ دیا) یہ سرّاً ہے، ان کو بھی پتہ نہیں اور یہ سِرّاً بھی بڑا زبردست ہے یعنی ایسا خفیہ خرچ ہے اُس فرد کا کہ اس کو بھی پتہ نہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جماعتی نظام کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی خواہشات پر لبیک کہتے ہوئے اور ان کی آواز سُن کر اس پر عمل کرتے ہوئے جو پیسہ دیا تھا اس کا کتنا حصّہ کس طرح خرچ ہو گیا ان کو اس کا پتہ ہی نہیں۔ غرض ان کے لحاظ سے یہ سِرّاً ہے۔ خفیہ طور پر خرچ ہوا ہے لیکن جماعتی لحاظ سے یہ علانیۃً خرچ ہوا۔

اس کے علاوہ جماعت غیر کارکنوں پر (جس کا پھر ۹۹ فیصد ربوہ ہی پر خرچ ہوتا ہے) قریباً ۶۰، ۷۰ ہزار روپیہ سالانہ خرچ کرتی ہے (یہ اس ڈیڑھ لاکھ کے علاوہ ہوتا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے) لیکن منافق کے متعلق قرآن کریم نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اُس کی اپنی خواہش کے مطابق اُس قدر روپیہ جتنا وہ چاہتا ہے دے دیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کی خواہش کے مطابق نہ ملے تو وہ اعتراض شروع کر دیتا ہے۔ منافقوں نے

صدقات کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے وجود پر اعتراض کر دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کو ریکارڈ کیا ہے۔ اس میں تو شرم کی بات نہیں کیونکہ وہ تو ایک ایسا وجود (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جس کے متعلق وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی قسم کی کمزوری دکھائے گا منافقوں نے اس کو بھی نہیں چھوڑا۔ خلفاء کو بھی نہیں چھوڑتے، نظام سلسلہ کو بھی نہیں چھوڑتے، منافق کا یہ کام ہے تم اسے کرنے دو تمہارا جو کام ہے تم وہ کرو خدا تعالیٰ سے تجارت کرو اس یقین کے ساتھ کہ تم گھاٹے میں نہیں رہو گے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جو میرے ساتھ تجارت کرے گا وہ گھاٹے میں نہیں رہے گا خدا تعالیٰ اپنے ہی دیئے ہوئے مال میں سے چونّی لے گا تو چار ہزار دے دے گا۔ بعض آدمیوں کو (چوّنی کے بدلے) چار لاکھ دے دیا۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ ذکر کیا ہے ایک صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سلسلے کی خدمت کیا کرتے تھے اور غالباً تین روپے ماہانہ ملتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اُن کے بیٹوں میں سے ایک ایک کو خدا تعالیٰ ۵ ہزار، ۸ ہزار، ۱۰ ہزار روپے ماہانہ دیتا رہا۔

پس ایثار جو ہے وہ ضائع نہیں جاتا۔ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ اُس کا بدلہ دیتا ہے اور اگر اس کی مصلحت اسے پسند کرے تو اس دُنیا میں نہ دے لیکن اگلے جہان میں اس کے مقابلے میں بہت زیادہ دے دیتا ہے۔ ایک عاقل مومن صاحب فراست آدمی کی تو یہی خواہش ہوگی کہ جو جہنم کے حصے ہیں وہ یہیں مل جائیں۔ جس طرح جنت اسی دُنیا میں ہے اسی طرح جہنم بھی اسی دُنیا میں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کو بخار کی گرمی میں جو جلنا پڑتا ہے یعنی ۱۰۴، ۱۰۵ یا ۱۰۶ کا بخار ہو جاتا ہے اس کو جہنم کا حصہ یہیں مل جاتا ہے اور اگلی زندگی کی دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

غرض ایک صاحب فراست مومن آدمی تو یہی خواہش کرے گا کہ اگر میری اپنی سُستیوں اور غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے جہنم کی آگ کے جھونکے میرے مقدر میں ہوں تو اے خدا! وہ یہیں مجھے مل جائیں وہاں جا کر نہ ملیں لیکن یہاں یہ تو نہیں ہوتا کہ کسی آدمی کو ساری عمر ہی بخار چڑھا رہے۔ بعض امراض ایسے ہوتے ہیں مثلاً سل ہے اس کا بخار بڑے لمبے عرصے تک رہتا ہے لیکن اتنا تیز نہیں ہوتا ۹۹، ۱۰۰ (سینٹی گریڈ) تک ہو جاتا ہے۔ ایک حرارت سی رہتی ہے

البتہ جو میعادی بخار ہے وہ عام طور پر ۵، ۱۰ دن تک رہتا ہے گیارھویں دن ٹوٹ جاتا ہے یا بعض دفعہ اکیس، بائیس دن تک چلتا ہے۔ اس کے بعد پھر گویا وہ اس جہنم میں سے نکل گیا پھر جنت کی وہ ٹھنڈی ہوا اور جنت کی خوشبوئیں اور جنت کے آرام اور جنت کی لذّتیں اور جنت کے سرور اُسے اُس دُنیا میں بھی ملتے ہیں۔ کوئی ایک آدھ جھونکا جہنم کا بھی مل جاتا ہے۔

پس خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایک ایسی تجارت ہے جس میں کوئی گھاٹا نہیں۔ انسان کی اپنی کوئی غلطی ہو گی تو اللہ تعالیٰ مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسی نیکیوں کی توفیق دے دے گا کہ وہ گناہ جو ہیں وہ آپ ہی دُھل جائیں۔ جب انسان کی ساری کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر وہ مغفرت کے ساتھ ڈھانپا جائے گا یا پھر اُسے خدا تعالیٰ چھوٹی چھوٹی تکلیفیں دے گا تا کہ اس کو چوکس اور بیدار رکھے۔ بعض دفعہ ابتلاء آجائیں گے یا قضا و قدر بعض دفعہ جھنجوڑتی ہے یا انسان انسان کو جھنجوڑتا ہے۔ جھنجوڑنے والا آدمی بعض دفعہ گناہ کر رہا ہوتا ہے اور مظلوم جو ہے وہ ثواب حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ چیزیں تو ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ تجارت ایسی ہے جس میں گھاٹا کوئی نہیں۔ اگر ایک شخص کو اس دُنیوی تجارت کے کِسی حصہ میں پانچ روپے گھاٹا ہو اور دوسرے حصہ میں اسی روز پانچ ہزار روپے نفع ہو جائے اُس ایک دن میں تو اُسے گھاٹا پانے والا کوئی نہیں کہے گا حالانکہ ایک حصہ میں اُسے پانچ روپے گھاٹا ہوا ہے اب یہ کہ پانچ دن بخار چڑھ گیا اور باقی سال اُس کا آرام سے اور سرور سے گزرا اور دعاؤں میں گزرا اور خدا تعالیٰ کے نشان دیکھنے میں گزارا، خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے میں گزارا تو اس کو کیا گھاٹا رہا اور جو اُخروی زندگی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف سے بھی بچا لیا یہ اُس پر بڑی رحمت فرمائی ہے۔

پس سِرّاً بھی خرچ کرنا چاہئے اور علانیۃً بھی خرچ کرنا چاہئے۔ میں نے بتایا ہے کہ جو جماعت کا خرچ ہے وہ سِرّاً بھی ہے اور علانیۃً بھی ہے اور اپنی استعداد کے مطابق بڑا خرچ ہے یہ معمولی خرچ نہیں ہے۔ جماعت اسی طرح قریباً سوا دو یا اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرتی ہے جو مقامی فنڈز ہیں اُن میں سے جماعت اس سِلسلہ میں بھی خرچ کرتی ہے وہ رقم اس وقت میرے ذہن میں نہیں لیکن مجموعی طور پر یہ بھی بڑی رقم بن جاتی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں اس

علم کی بناء پر جو مجھے حاصل ہوتا رہتا ہے کہ افراد جماعت ایک بڑی رقم سِرّاً بھی خرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ بتانا نہیں چاہتے مثلاً کئی ایسے خرچ ہوتے ہیں کہ خاوند بیوی کو نہیں بتاتا یا بیوی خاوند کو نہیں بتاتی۔ اس واسطے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سِرّاً خرچ کرو اور بیوی یا خاوند خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کیا چیز ہے اصل تو اللہ ہی اللہ ہے۔

غرض دونوں طرح بے حد خرچ ہو رہا ہے لیکن میرا کام ہے کہ میں یاددہانی کراتا رہوں۔ اس لئے اس علم کے باوجود مَیں یہی کہوں گا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت یہ ہے کہ آپ رمضان میں تیز ہواؤں کی طرح سخاوت کیا کرتے تھے۔ آپ اس سنّت کو نہ بھولیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خطبہ ثانیہ سے پہلے حضور نے فرمایا:-

الحمدللہ ضعف کافی حد تک دُور ہو گیا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸ جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۳ تا ۵)